۴۲۰

حواسہ دو کہدت

تاریخ



گذرانیده

احمد علیخان خلف محمد علیخان جاگیردار

و مددگار محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی

بیادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت ظفر پناہ نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ مظفر الممالک فتح جنگ خلد اللہ ملکہ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی علمی تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت دستگاہ مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

فہرست مضامین

۶۔ ذیحجہ ۱۳۲۵ھ

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

قایم خان خانجہان

اپریل ۱۳۶۵ء کا مہینہ ہے اور آسمان کی دیگ سے دودہ اُبل رہا ہے یعنے
آفتاب اپنے نور کو کالی کالی گھٹاؤن کے دامن سے چھان چھان کے زمین پر برساتا
ہوا مغرب کی طرف بڑہتا چلا جاتا ہے۔ تمام عالم اس کی نورانی شعاعون سے منور
ہوتا جاتا ہے۔ اب وہ اپنا سفر نصف سے زیادہ طے کر چکا ہے۔ اور اس کی آتش
فشان کرنین علاقہ پنجاب کے قصبۂ حصار پر اپنا زور و شور دکھانے لگی ہین۔ دہوپ
کی شدت ہے۔ اور ہر جاندار سایہ کی تلاش مین ہے۔ مگر بلند حوصلہ فیروز شاہ اور
اس کا دستور اعظم سید ناصر جو گھوڑون پر سوار شکار کے ساز و سامان سے آراستہ
اسی قصبہ کے جنگل مین قطع منازل کرتے چلے جاتے ہین۔ نہ آفتاب کی آتشباریون
کو مانتے ہین نہ لو کے تملون کو۔ وہ غزال بادیا جس کی دہن مین ان کے دلون کی
تمنائین اور سینون کی آرزوئین اس کی شوخ اداؤن کے دام مین گرفتار ہین اس نے
اپنا مشتاق بنا کے گویا انہین اپنی چشم فتان کا گھائل کر لیا ہے۔ وہ غزال رعنا ان کے
دل کو لے بھاگا ہے اور یہ دونون شہسوار اُس کی جستجو مین سراسیمہ و مضطر اور اس کی تلاش
مین بادیہ پیما خانہ بدوش اور خاک بسر ہو کے جوگیون کی سی شان دکھا رہے ہین
وہ وحشی دلبر یعنے وہ سبک خرام جانور نظر سے اوجہل ہے ہر طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ
کر دیکھتے ہین مگر مایوسی نے سامنے ایک پردہ ڈال رکھا ہے۔ شوق کہہ رہا ہے کہ
اور نہین تو تار نظر ہی کی راہ سے دوڑ کر اپنے مطلوب مفرور پر قبضہ کر لین متجسس
نگاہ سے جہان تک جایا جاتا ہے درختون کے جہنڈون مین گہس کے اور پہاڑیون
کی بلندیون پر چڑہ کے اپنے مفرور صید یعنے آہوئے رمیدہ کو دہونڈتی ہے

مگر کہین پتہ نہین چلتا۔ اگر ان کو اپنا شکار ہاتھ آجاتا تو وہ ماندگی اور تھکن جو گرمی کی شدت اور روفور یاس سے پیدا ہوئی ہے کافور ہو جاتی۔ گر شوق نے اب حسرت کی صورت اختیار کر لی ہے اور یہ حالت ہے کہ پتا کھڑکا اور اُن کی نظر اُدھر کو اٹھ گئی ایک ذرا آہٹ پائی اور اُدھر رُخ پھر گیا کبھی ہوا کے جھونکے انکی نگاہ کو اپنی طرف پھیر لیتے ہین اور کبھی پرندون کی پرواز انکو دھوکا دے دیتی ہے۔ مگر جس طرح ہر جاندار کا طبعی اقتضا ہے کہ چاہے کتنی ہی یاس و ناامیدی مین گھر گیا ہو ہاتھ پاؤن ضرور مارتا ہی اُسی طرح یہ بھی بڑھے جار ہے ہین۔ اور امید کے سہارے اور آس کی کمک پر قدم مارتے چلے جاتے ہین۔ آخر اُنھون نے اپنے مرکب تیز رفتار کو مہمیز لگایا اُسکی باگین ڈھیلی کر دین۔ اُس نے بھی اشارہ پاتے ہی ہوائے گرم کے جھونکون کو اپنی گرمجوشی سے مغلوب کرنا شروع کر دیا۔ شوق نے یاس کے دل بادل کو ہٹا کے آگے بڑھایا تو کچھ فاصلہ پر ایک ظلمت ناامیدی کو دور کرنے والی حوصلہ افزا شعاع دکھائی دی۔ کیونکہ آدھ میل کی مسافت پر انھین ایک متحرک شئے نظر آئی اور دونون کے چہرے مسرت کی کامیابی سے چمک اُٹھے یا تو منھ پر ہوائیان چھوٹتی تہین۔ چہرا اُترا ہوا تھا یا یکایک پژمردگی کے عوض چہرون پر رونق آگئی اور دونون فرط مسرت سے اُچھل پڑے کہ اب لے لیا ہے۔

سچ ہے۔ آخر محنت کا بھی کوئی ثمرہ ہی؟ اور محنت بھی کون تاجدارون کی محنت جو ہزارون جانون کو اپنے قبضۂ اقتدار مین رکھتی ہے۔ بیشک اُن کی محنت بھی سب محنتون کی بادشاہ ہے۔ دل مین سمجھے تھے کہ یہ شکار کی کشش ہے جو ہمین اپنا شکار بنا کے کھینچے لئے جاتی ہے اسکی خبر نہین کہ شکار فقط بہانہ ہے۔ شکار کے بدلے یہ خود کسی کے دام محبت مین گرفتار ہونے والے ہین۔ اور اس پردے مین تقدیر کچھ اور ہی گل کھلانے والی ہے۔ اب انھون نے گھوڑون کی باگین ذرا تنگ کین۔ گھوڑون نے بھی آہستہ آہستہ قدم بڑھانا شروع کیا اور اپنے ٹھہر ٹھہر کر چلنے سے کسی کے خرام ناز

کا لطف دکھانے لگے۔ قریب پہونچے تو شکار کی نظر فریب اور دل خوش کن خیالی تصویر
نظر سے غائب ہوگئی اور اس کے عوض کیا دیکھتے ہین کہ ایک گھوڑا پر تکلف ساز و براق
سے آراستہ ایک درخت مین بندھا ہوا ہے اور پاس ہی ایک سنسان ٹیکرے پر کوئی
شخص سو رہا ہے۔ ایسے سنسان اور خوفناک جنگل مین یہ نظارہ عجیب معلوم ہوا۔ طرح
طرح کے خیالات دل مین گزرنے لگے۔ ایک ڈاکو اور رہزن کا گمان ہوا مگر رحم دل اور
بہادر بادشاہ کو یہ ہرگز گوارا نہ ہوا کہ ایک سوتے ہوئے شخص کو ہمیشہ کے لئے سلادے
اب غور سے دیکھا تو یہ تماشا نظر آیا کہ ابر کا ایک ٹکڑا اس محو خواب شخص پر سایہ افگن
ہے اور اُسے آغوشِ مادر کا مزہ دے رہا ہے۔ اس حیرت افزا نظارہ کو چند منٹ
تک دیکھتے رہنے کے بعد بادشاہ نے دل مین خیال کیا کہ یہ کوئی اقبالمند شخص ہے
کیونکہ ایسے وحشتناک جنگل مین بھی ابر کا ٹکڑا سر پر سایہ کرکے اُسکا چتر اقبال بنا ہوا ہے
سید ناصر کو حکم دیا کہ اس خواب آلود مگر بیدار بخت شخص کو جگا کے حال دریافت کرو۔
حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور پوچھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نوجوان اور ان پڑھ راجپوت
ہے۔ نام قایم سنگھ ہے۔ اور باپ موضع دادر بر ضلع حصار کا ٹھاکر موتے رائو چوہان
راجپوت ہے۔ طرز گفتگو سے عالی حوصلگی اور سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔ اور اس جہالت
مین بھی الفاظ کی برجستگی اور سلاست بادشاہ و وزیر کو حیران کئے دیتی تھی۔ اپنی
ولدیت اور سکونت بتانے کے بعد اُس نے ظاہر کیا کہ مین شکار کی غرض سے گھر
چھوڑ کر نکلا تھا۔ ساتھی اپنی ناواقفیت اور راہ کی ناہمواری کی وجہ سے ایک دوسرے
سے چھوٹ گئے۔ اور جب کوئی آس پاس نہ رہا۔ اور نوعمری کی سادہ لوحی وحشت
دل کو بڑھا رہی تھی کہ جوانی کی نیند نے ہجوم افکار سے نجات دلانے کے لئے اپنے
آغوش مین لے لیا۔ فیروز شاہ نے ابر کے چتر اقبال کو فال فیروزی خیال کیا۔ اور
اُس کی باتوں کے انداز سے نتیجہ نکالا کہ اگر اس شخص کو باضابطہ تعلیم دیجائے اور خاص شاہی
نگرانی مین رکھا جائے تو مشاہیر عالم سے ہوگا۔ سید ناصر نے بھی اس خیال کی تائید کی

ادہر نوجوان راجپوت نے بھی اس مہربانی کو منجملہ فتوحات غیبی تصور کیا۔ اور بادشاہ کے ہمراہ رکاب اس کے عارضی مستقر یعنے ٹھٹھا مین پہونچا۔ موٹے راو رئیس ددریرہ کو بذریعۂ فرمان واجب الاذعان اطلاع دی گئی کہ تمہارا لڑکا قایم سنگہ ہمارے یہان موجود ہے ہم اُسے دہلی لیجاکر اپنے اہتمام سے تربیت دینا چاہتے ہین۔ تم نے اللہ و رضامند ہوکر اپنی مرضی سے مطلع کرو۔ موٹے راوُ گم گشتہ پسر سے سخت متاسف تھا۔ مصر کے پردۂ غیب مین ماہ کنعان کے جا چھپنے کا غم یعقوب کو اس سے زیادہ کیا ہوا ہوگا۔ فرق صرف اسقدر تھا کہ یہان بہت جلد خبر مل گئی تھی اور وہان بدیر۔

فراق کا صدمہ دونون کے شیشۂ محبت پر سنگ گران تھا۔ اُس گم کردہ فرزند کو اس نوید نے آب حیات کا مزہ دیا۔ فوراً حصار مین حاضر ہوکر شرف باریابی حاصل کیا۔ بادشاہ نے اپنے منصوبہ کا ذکر کیا اور اُس نے سر تسلیم خم کر دیا۔ دل مین سمجھا کہ اس مین خدا کی مصلحت ہے۔ لڑکا ہونہار ہے۔ یہان نشو ونما ہوئی تو سلطنت کے لئے قابل رُکن اور باپ کے لئے باعث فخر ہوگا۔ آخر موٹے راوُ نے خلعت گرانبہا سے سرفراز ہوکے لخت جگر کو اپنے گلے لگا کر رخصت کیا۔ جُدائی چاہے کتنے ہی کم زمانے کے لئے ہو اور اُس مین چاہے کتنے ہی فائدون کی توقع ہو مگر اُس کی گھڑی بڑی رقت انگیز ہوتی ہے۔ دشمن کو بھی الگ ہوتے دیکھ کر دل مین درد ہوتا ہے۔ نہ کہ باپ بیٹے کی جُدائی۔ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔

موٹے راوُ نے جذبات سے بھرے ہوئے سینہ اور دہڑکتے ہوے دل کو کامیابی سے قابو مین لاکے اپنے موضع ددریرہ کی راہ لی۔ اور کنور قایم سنگہ فیروز شاہ کے ہمراہ دہلی گیا۔

دہلی مین اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے زیر نگرانی سید ناصر مشہور اساتذہ مقرر کئے گئے قایم سنگہ نے اپنی ذہانت اور جودت طبع کے باعث تھوڑے ہی زمانے مین مختلف فنون مین معتدبہ دستگاہ حاصل کر لی۔ چنانچہ کنور قایم سنگہ کی فارسی اور عربی قابلیت

اس درجہ کو پہونچگئی کہ مشکل مذہبی مسائل مین رائے زنی کرنے لگا اور دینی معلومات مین بہت کچھ بصیرت حاصل کرکے ۱۳۵۶ء مین ڈنکے کی چوٹ کہہ اٹھا کہ مین مذہب اسلام قبول کرنا چاہتا ہون - سید ناصر نے یہ سُن کے اُسے فیروز شاہ کے دربار مین پیش کیا اور اُس کی استدعا ظاہر کی - آخر حسب اجازتِ شاہی بہ پابندی رسوم اسلام اُس نے تبدیل مذہب کیا اور اب وہ قایم سنگہ کے عوض قایم خان کے نام سے یاد کیا جانے لگا - قایم خان کو طالب علمی کے زمانے سے کوئی مہم سر کرنے اور میدان کارزار مین جوہر شجاعت دکھانے کا شوق تھا اکثر سید ناصر سے پولٹیکل امور کے متعلق دقیق سوالات کرتا اور تجربہ کار وزیر اُس طفل نوخیز کے دلفریب اور اہم سوالات سے محظوظ ہو کر اُس کی آیندہ اقبال مندی کا زیادہ معتقد ہو جاتا -

دین اسلام قبول کرنے کے بعد سید ناصر نے جو قایم خان کے فہم و ادراک کی تعریف مین اکثر رطب اللسان رہتا تھا بہ منظوری شاہی اُس کو اپنا متبنّٰی بیٹا بنایا اور قایم خان دہلی آنے کے دس سال بعد ۱۳۶۶ء مین سید ناصر کا لاڈلا بیٹا بن گیا - کہتے ہین کہ سید ناصر کے صلبی بیٹے اکثر قایم خان کو بدنام کیا کرتے تھے - یہان تک کہ ایک روز وہ بیچارہ پریشان و ملول گھر سے نکل کے چلا تو اُس کا گذر ایک ایسے مقام پر ہوا جہان حضرت قطب الاقطاب شیخ نور الدین جو حضرت گنج شکر کے خلفاء سے تھے آبِ روان کے قریب تشریف فرما تھے قایم خان کو اس طرف سے جاتے دیکھ کر حضرت نے قریب بلا کے دریافت فرمایا کہ کون ہو اور کہان جاتے ہو - اُس نے اپنی سرگذشت عرض کی اور سید ناصر کے بیٹون کے اشتعال آمیز طعن بھی بارگاہ ولایت کے سامنے پیش کر دیے - حضرت نے فرمایا "واپس جا کہ تو مدارج اعلیٰ طے کرے گا اور تو ہی حصار کا مالک ہوگا" (صوبہ حصار اُن دنون سید ناصر کی جاگیر مین تھا) -

ہر ترقی کی ایک حد اور ہر ابتدا کی ایک انتہا ہے - سید ناصر کا سفینۂ عمر ساحل عدم کے قریب پہونچنا شروع ہوا - صحت سے یاس ہوئی تو بارگاہِ خسروی مین عرض کیا کہ مین

اب دوسرے عالم کا راستہ اختیار کرنے کو ہون لہذا التجا ہے کہ میری آخری تمنا کو بھی شرف قبول عطا ہو بادشاہ نے کہا بیان کرو۔ کیا تمنا ہے۔ عرض کیا کہ "قایم خان وزارت کے عہدۂ جلیلہ پر سیرا قایم مقام بنایا جلسئے"۔ بادشاہ نے اس کا وعدہ کیا اور فرمایا مرنے والے کی آخری آرزو ضرور پوری کی جائے گی۔ جب سید ناصر نے اپنا نام ساکنان عدم کی فہرست مین درج کرایا بادشاہ نے حسب وصیت سید ناصر قلمدان وزارت قایم خان کے سپرد کیا اور جاگیر صوبہ حصار بوازمہ وزارت مین قایم خان کے زیر تصرف ہو گئی۔

قایم خان نے اپنے مہربان مجازی باپ کے بعد نہایت لطف و کرم سے برادران مجازی کی دلدہی و دلجوئی کی۔ اب فائق و قابل وزیر نے ایسے جوہر قابلیت دکھائے کہ سلطان فیروز شاہ نے سنہ ... مین نظم و نسق سلطنت کی باگ اور کل اقتدارات اُسی کے ہاتھ مین دے دئے۔

اُس زمانہ کی وزارت حقیقی وزارت تھی جس کے اختیارات بہت وسیع تھے اور فیروز شاہ کو یقین تھا کہ میرا مدبر اور بہادر وزیر میری غیر حاضری مین بھی شیرازۂ سلطنت کو ہرگز نہ بگڑنے دے گا

چنانچہ فیروز شاہ صوبہ بنگال کے باغیون کی مدافعت کے لئے صف آرا ہوا۔ اور دہلی مین وزیر سلطنت قایم خان کو اپنا قایم مقام بنا کے چھوڑ گیا۔ سریر سلطنت کو سریر آرا کے قدم سے خالی دیکھ کے ایرانی مغلون کے منھ مین پانی بھر آیا۔ اُنہون نے اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا کیونکہ فوج کا بہت زیادہ حصہ دوسرے طرف مصروف کارزار تھا۔ اگر قایم خان جیسا نبرد آزما بہادر وزیر برسرکار نہ ہوتا تو بیشک اُنہین نہایت ہی عمدہ موقع اور خالی میدان ہاتھ آگیا تھا۔ قایم خان کو جیسے ہی مغلون کے ارادہ کی اطلاع ہوئی گھر بیٹھے مراد مل گئی۔ کیونکہ اُسے معرکہ آرائی کا مدت سے شوق تھا اور حریف کے حملون کو فرو کرنے کے لئے تلا ہوا بیٹھا تھا۔ فوراً باقی ماندہ فوج کو فراہم کیا۔ اور سب کو

ساتھ لے کر میدان جنگ کے طرف چل کھڑا ہوا۔ سامنا ہوتے ہی اُس نے ایسی داد شجاعت دی کہ مغلون کے منھ پھر گئے اور گرتے پڑتے اور اپنے سر ہارتے ہوئے بھاگے۔

اس پہلی فتح نے قایم خان کے حوصلے بڑہا دیے اور آزمایش کی بھٹی مین پڑتے ہی اُس کا جوہر اصلی ایسی آب و تاب سے چمک اٹھا کہ نگاہین خیرہ ہونے لگین۔

مژدۂ فتح سنانے کے لئے قایم خان نے ایک عرضداشت جس مین حملہ کی کل کیفیت درج تھی پیشگاہِ خسروی مین بھیجی بادشاہ اُسے ملاحظہ فرماکے بیحد خوش ہوا اور زیادہ خوشی اس امر کی تھی کہ اُس کا انتخاب محک امتحان مین پورا اُترا اور وہ منتظم و مدبر وزیر عرصۂ کارزار مین بھی مرد میدان اور اعلی درجہ کا سپہ سالار ثابت ہوا۔ اِس فتح کی یادگار مین اور نیز بخیال قدر افزائی خلعت گران بہا کے ساتھ خطاب نواب خان جہان مرحمت فرمایا۔ اور چند روز مین وہی سادہ لوح نوجوان قایم سنگہ سے قایم خان اور پھر قایم خان سے نواب خان جہان ہو گیا۔

اڑتیس ۳۸ سال کی حکومت کے بعد جب ۷۹۰ھ ہجری مین فیروز شاہ بنگالہ کی لڑائی سے واپس آیا تو اُس پر بیماری کا حملہ ہوا وہ اُس کی تاب نہ لاسکا اور اس کے سامنے سپر رکھدی۔ مرض مُہلک تھا۔ بڑہاپے کی طاقت مقابلہ نہ کرسکی۔ آخر مرضی الہی کے آگے سر جھکا دیا۔ اور بحکم اِذَا جَاءَ اَجَلُهُم لَا يَسْتَاْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ سفر آخرت کیا۔ اور ایوان شاہی سے نکال کے آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔

قبر کے سانچے مین سیدہی ہو کی کہتی ہین جوان — آج کے دن وہ ہمارا بانکپن کیا ہو گیا

اب سلطان غیاث الدین تغلق سریر آرائے سلطنت ہوا۔ مگر پانچ سال اور تین دن ہی کی حکومت مین عارضی آرام و راحت سے ایسا سیر ہوا کہ دنیا سے جی ہٹ گیا۔ اور موت کی طولانی نیند کے مزے لینے لگا۔ اُس کا جانشین ابوبکر شاہ ہوا مگر ڈیرہ ہی سال کی حکومت مین اُس کو بھی تخت خالی کرنا پڑا۔ اُس کی جگہہ ۷۹۲ھ مین سلطان محمد شاہ

تخت نشین ہوا چھ سال سات مہینے فرمانروائی کی۔ اور ۷۹۹ہجری مین اُس کے ہوش وحواس کے عناصر کو بھی بیماری نے منتشر کرڈالا۔ اب علاءالدین وارث تاج وتخت ہوا۔ یہ فرمان روا ڈیڑھ ہی مہینہ مین تخت سے تختہ تابوت پر لٹایا گیا۔ اُس کے بعد اس کا بھائی ناصرالدین محمود شاہ ۸۰۰ہجری مین رونق دہ اورنگ شاہی ہوا۔ سریر شہر یاری نے اتنے انقلابات دیکھے۔ مگر وزارت کی کرسی پر ہر عہد اور ہر زمانے مین نواب خان جہان قایم خان ہی برقرار رہا۔

حیات کے طوفان خیز بحر امواج مین کئی بادشاہون کی کشتی عمر چند روز متلاطم رہ کر ساحل عدم پر پہونچ گئی۔ ایسے پُرآشوب زمانہ مین بدستور وزارت کے منصب جلیلہ پر ممتاز رہنا اور عاقلانہ تدابیر ملکی سے اُسکے اجزائے منتشرہ کی شیرازہ بندی کرتے رہنا۔ اور اُسے استواری واستحکام سے برقرار رکھنا اور پھر اپنے آپ کو بھی ہر زد سے بچائے رہنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر مدبر حقیقی نے ایسی حسن تدبیر کو نواب قایم خان خان جہان کی ذات مین ودیعت رکھا تھا کہ وہ انقلابات دہر کی ہر دشواری سے مقابلہ کر کے کامیاب ہوا اور مآل اندیشی ومنصفانہ پالیسی نے برابر اس کا قدم مضبوط جمائے رکھا بعض مصاحبون اور بدنفس ملنے والون نے اُس کو نمکحرامی اور بے وفائی کا سبق پڑھانا بھی چاہا کہ تخت نشینی کے لئے ایسا خداداد موقع پھر نہ ہاتھ آئے گا۔ تم بہت کامیابی سے تخت پر قدم رکھ سکتے ہو مگر خان جہان نے جو وفاداری اور دیانت داری کی زندہ تصویر تھا ایسے ناپاک مشورہ پر عمل پیرا ہونے سے سختی کے ساتھ انکار کیا اور کہا کہ اصل سے خطا نہین۔ بہادری کی شان سے بعید ہے کہ محسن کا احسان اس قدر جلد بھلادیا جائے۔ ایاز قدر خود بشناس۔ اسی خاندان کی مہربانیون نے مجھکو اس مرتبہ پر پہونچایا ہے بیوفائی کرون تو کس دل سے اور کیونکر؟

لیکن جب ۸۰۲ہجری مین ناصرالدین محمود کے دروازہ پر کوس رحلت بجنا شروع ہوا تو چونکہ وہ لاولد تھا لہذا گردوپیش والون سے اپنی یہ تمنا ظاہر کی کہ خان جہان کو بلاؤ

تاکہ اُس سے آخری ملاقات کرون۔ اور بتادون کہ میرے بعد کون جانشین ہوگا۔ مگر اُس کے نمکحرام غلام ملوخان نے جو محل مین بہید رسوخ رکہتا تھا اس آرزو کو پورا نہ ہونے دیا اسی قدر نہین بلکہ بادشاہ کی اس تمنا کو کسی باہر والے پر ظاہر بہی نہ ہونے دیا۔ اور جیسے ہی بادشاہ نے دنیا کو رخصت کیا فوراً باہر اعلان کردیا کہ بادشاہ مرحوم مجھکو اپنا قایم مقام مقرر کر گئے ہین۔ اراکین سلطنت کو اُس نے اپنے ساتھ ملالیا۔ اور تخت نشین ہوکر اقبال شاہ لقب اختیار کرلیا۔ اس واقعہ کی اطلاع قایم خان تک پہونچی تو سخت برہم ہوا اور کہا مین اس خاندان کا نمک پروردہ ہون۔ خاندان شاہی کی موجودگی مین ایک غلام کی اطاعت وانقیاد نہین کرسکتا۔

اقبال شاہ نے روپیہ کا مینہہ برساکر اُس کے جوش وفاداری کی آگ بُجھانا چاہی مگر وہ بھلا اُس کے بُجھائے بُجھ سکتی تھی ؟

آخر زمانہ کا رنگ خلاف دیکھ کے قایم خان دہلی سے اپنی جاگیر حصار کے طرف روانہ ہوا۔ اور فوج کے ایک کثیر حصہ نے بھی جو غلام کی تاجپوشی کو اپنے لئے مایۂ توہین سمجھا خان جہان کا ساتھ دیا۔ اقبال شاہ نے قایم خان کو باغی سمجھکر تعاقب کیا اور دہلی اور حصار کے درمیان سخت لڑائی ہوئی نواب قایم خان کے ہمراہی دل کھولکر لڑے اور اقبال شاہ ناکام ونامراد واپس گیا۔ قایم خان حصار مین پہونچ گیا۔ یہان قایم خان کو اپنی حفاظت آپ کرنی پڑی اپنی جاگیر حصار مین آزادانہ حکومت اختیار کرلی۔ قایم خان کے ایسے ایک وفادار اور حوصلہ مند وزیر کی عزلت نشینی سے اقبال شاہ کو بھی نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا۔ دہلی مین ہر سر مین یہی سودا تھا کہ غلام بادشاہ نہین ہوسکتا اکثر صوبہ دار خود مختار ہو گئے اور سلطنت کی زنجیر کی بہت سی کڑیان ٹوٹ گئین۔

ان عام ناراضیون اور بدنظمیون کا یہ نتیجہ ہوا کہ چندہی روز بعد خضر خان صوبہ دار ملتان نے ملوخان عرف اقبال شاہ کو قتل کر کے تخت سلطنت خالی کرایا۔ اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ قایم خان کی موجودگی خضر خان کو بیچین کئے ہوے تھی ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا

کہ قایم خان کسی دن حملہ نہ کر بیٹھے آخر اُس نے اپنے سپہ سالار معز الدین افغان کی سپہ سالاری مین حصار پر فوج بھیجی اور حکم دیا کہ قلعہ فوراً خالی کر دیا جاے۔ اس کی خبر قایم خان کو پہونچی تو سُن کے یہ دوہا پڑھا۔

کون کسی کو دیت ہے دین ہار کرتار   جو توکو دہلی دئے موکو دئے حصار

اس کا ساتو مسلم بہادر راجپوت ایسی ذلت بھلا کب گوارا کر سکتا تھا جان بازی و سرفروشی پر آمادہ ہو گیا۔ اور چوبیس گھنٹہ کی مسلسل معرکہ آرائی کے بعد قایم خان کی جوہر دار تلوار نے معز الدین کا سر تن سے جدا کر دیا۔ فوج بے سردار بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور اس شکست کے صدمے سے خضر خان کے دل پر سانپ لوٹ گیا۔ لیکن کسی مصلحت سے خاموش ہو رہا۔ معز الدین کے مارے جانے کے باعث قایم خان کی سطوت بڑہ گئی۔ اور اطراف وجوانب کے جاگیر دار اُس کے حلقہ بہ گوش ہو گئے۔ خضر خان سمجھ گیا کہ جب تک قایم خان میری مدد نہ کرے گا یا قتل نہ ہو جائے گا اُس وقت تک مین چین سے سلطنت نہ کر سکون گا۔ آدمی چالاک تھا۔ ایک دوستانہ خط قایم خان کے نام لکھا اور گذشتہ بدسلوکیون کے بابت معافی چاہکر اور اظہار خلوص کر کے کچھ ایسے دلکش الفاظ مین اظہار دوستی کیا کہ قایم خان نے اسکو سچ باور کر لیا۔ اور ملتان مین آکر اُس سے ملاقات کی جہان دونون نے ملکر بہت سے سرکشون کو سیدہا کر دیا۔ اُس زمانہ کی چھوٹی چھوٹی فتحون مین سے ایک یہ ہے کہ قایم خان نے ناگور پر جو جودہپور کا ایک ضلع ہے راٹھوردن سے معرکتہ الآرا جنگ کی۔ وہان کے راجہ چونڈا کو قتل کیا اور قلعہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ باہمی ربط وضبط اس قدر بڑہ گیا تھا کہ قایم خان خضر خان کے ساتھ دہلی مین آیا۔ مگر خضر خان کا سیاہ دل قایم خان کی طرف سے اب تک صاف نہ ہوا تھا۔ ۸۲۲ھ مین ایک دن وہ کینہ پرور ریاکار قایم خان کو ساتھ لیکر پیادہ پا جمنا کے کنارے سیر کر رہا تھا۔ کہ سیر کرتے ہی کرتے اچانک تلوار کھینچ کے قایم خان پر نبردلانہ حملہ کر بیٹھا۔ اور مارتے ہی اُسے جمنا مین ڈھکیل دیا۔ بہادر قایم خان کی یہ حالت تھی کہ سوتے مین بھی تلوار پر سے ہاتھ نہ ہٹاتا تھا۔ پانی مین گرتے گرتے تلوار کھینچ لی

مگر حریف پر حربہ نہ کرنے پایا تھا کہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسکی
لاش جمنا مین اُبھری تو پانی پر بہتی جاتی تھی اور اُس کے پہلو مین شمشیر آبدار چمک رہی
تھی۔ پانچ سات کوس تک یہ مشہور تلوار برابر چمکتی اور بہتی چلی گئی۔ اور آخر پھر فنا کے
قعر مین غائب ہوگئی۔ اس منظر نے بہتون پر اثر ڈالا۔ اور دہلی بھر مین ہر زبان پر اسی کا
تذکرہ تھا۔ چنانچہ اس سے مرعوب ہو کے خضر خان نے نجومیون کو بُلوایا اور اس کا
سبب دریافت کیا اُنہون نے پیشین گوئی کی کہ اس شخص کا نام آپ تو دنیا سے مٹانا
چاہتے ہین مگر اُس کی نسل بہت بڑھے گی۔ اور اُسکی اولاد جری و بہادر ہوگی پیشین
گوئی اب تک صادق آرہی ہے یعنے آج قایم خان کی نسل جو قایم خانی پٹھانون کے
نام سے مشہور ہے تعداد کثیر مین موجود ہے روز بروز اُس مین اضافہ ہوتا جاتا ہی اور
اس گئی گذری حالت مین بھی صداقت جان نثاری زبان کی پابندی ایسے جوہر ہین
جو اس قوم کی خصوصیات میں سے ہین۔

یہ چمن یون ہی رہے گا اور ہزارون جانور
اپنی اپنی بولیان سب بول کر اُڑ جائین گے

(ہمارا ارادہ ہے کہ ہم قایم خان اور قایم خانی پٹھانون کے سر برآوردگان کی
مکمل لائیف قریب مین شایع کرین۔ خدا کرے کہ یہ ارادہ بہت سے ارادون کی
طرح ارادہ ہی نہ رہے)

احمد علیخان (قایم خانی) خلف نواب محمد علیخان صاحب جاگیردار و آنریری جج و مجسٹریٹ درجہ اول
مددگار ناظم جمعیت و ممبر کمیٹی صفائی حیدرآباد دکن

تاریخ مین غلطی

مشیر دکن مین رحلت نواب محسن الملک کی تاریخین چھپی ہین جو شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر ولا کی تصنیف ہین۔ ایک مادۂ تاریخ یہ ہے

ہادی القوم یدخل الجنۃ

اس مین جنۃ کی ہاے مختفی کے بخیال تا سے فوقانی چار سو عدد لئے گیے ہین یہ درست نہین ہے۔ تاریخ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حرف لکھا جاتا ہے۔ وہی تاریخ مین محسوب ہوتا ہے۔ اگر کوی نظیر اس کُلیّہ کے خلاف پائی بھی جائے تو جمہور کا عملدر آمد اسکو تسلیم نہین کرسکتا۔ دوسری تاریخ ولادت شہزادگان بلند اقبال مین ایک مصرع یہ فرمایا ہے۔

ملی ہے نعمت عظمیٰ مرے آقاے نعمت کو

آقاے نعمت بمعنی جلبہ ہے۔ آقاے ولی نعمت یا آقاے خداوند نعمت کہنا چاہیے یعنی وہ آقا جو صاحب نعمت ہے۔

امید ہے کہ جناب شمس العلما نواب صاحب بہادر ان غلطیون کی تصحیح فرما دین گے تاکہ شاعرون کو مغالطہ نہ ہو۔

صدیق احمد

اڈیٹر۔ شمس العلما نواب صاحب بہادر نے جو تای مدورہ کے چار سو عدد لئے ہین گمان نہین کیا جاسکتا کہ یہ جدّت کسی سند کی بنا پر نہ ہو۔ یقین ہے کہ نواب صاحب بہادر بدلائل اس کو ثابت فرما کر شعرا کو مزید معلومات کا موقع دین گے۔

یہ صحیح ہے کہ آقاے ولی نعمت کہنا صحیح ہے لیکن آقا کے معنی اگر صاحب کے لئے جائین تو آقاے نعمت مین کیا قباحت ہے جیسے ولی نعمت ویسا ہی آقای نعمت البتہ اس صورت مین عجم کے استعمال پر نظر ڈالنی ہوگی۔ اسلئے کہ علے العموم آقا کا لفظ سردار اور مربّی کے معنے مین مستعمل ہے۔

اعلانِ نون

رسالۂ اصلاحِ سخن نمبر ۱ بابت ماہ جنوری سنہ ء مین یہ بحث دیکھی کہ حالتِ عطف واضافت مین اعلان نون ناجائز ہے مگر زبانون پر بعض الفاظ جیسے نام و نشان لطفِ بیان وغیرہ اعلان کی ساتھہ آتے ہین یہ قابل لحاظ ہے اسلیکہ زبان قاعدہ پر غالب ہوئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ زبان قاعدے پر غالب ہوتی ہے مگر ع نہ ہر جائے مرکب توان تاختن اہل ایران کو دیکھا کہ بول چال مین آنہا۔ جانہا اور ایسے بیسون الفاظ کو اعلان کے ساتھہ ادا کرتے ہین مگر کلام مین نہین آتا اور اکثر اہل عرب کے لہجے مین قاف کی جگہ گاف پایا جاتا ہے مگر وہ قابل اعتبار نہین ہوتا۔

یہ سمجھ لینا چاہیے کہ عطف و اضافت کی حالت مین اعلان نون کو جو قاعدہ ناجائز بتاتا ہے اسکی وجہ کیا ہے وجہ یہ ہے کہ جس لفظ مین نون کا اعلان کیا جاتا ہے وہ اس تصرف سے اُردو کا لفظ ہوجاتا ہے اس لئے کہ فارسی مین اعلان نون نہین ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فارسی و اُردو الفاظ کی اس ترکیب کو قاعدہ جائز نہین کرسکتا مثلاً آب و دانہ مین ع و نون لفظ فارسی ہین اگر دانہ کو دانے کہیے تو اُردو ہوجائے گا اور پھر واو عطف ناجائز ہوگا یا تو آب دانے کہنا پڑیگا یا آب اور دانے اس کے بعد اتنی بحث اور باقی رہتی ہے کہ فارسی اُردو الفاظ کا میل عطف و اضافتِ فارسی کے ساتھہ کیون ناجائز ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اہل زبان کسی غیر زبان کا لفظ لیکر اپنے الفاظ مین شامل کرتے ہین تو پھر اپنا ہی عطف و اضافت لگاتے ہین اُس زبان کے عطف و اضافت کو نہین لیتے جسکا لفظ لیتے ہین فارسی مین عربی الفاظ تو بکثرت لئے گئے ہین ہندی لفظ بھی خال خال آگئے ہین مگر یہ نہین ہوتا کہ ترکیب دینے مین اضافت عربی فرش چالاک کہین یا بعطف ہندی پان اور گل کہین اپنی ہی ترکیب کے مطابق فرشِ چالاک اور پان و گل کہتے ہین۔ علی ہذا القیاس

عرب مین فارسی لفظ شامل ہوتا ہے تو فارسی اضافت وعطف سے الگ ہوکر شامل ہوتا ہے
پس اس کلیہ کے موافق لازم ہوا کہ ہم اردو اور فارسی الفاظ کو معطوف ومعطوف الیہ یا مضاف ومضاف الیہ بنائین تو اپنا عطف اور اپنی اضافت داخل کرین یعنی نام اور نشان اور بیان کا لطف کہین۔

باعلان

مہتمم

ریویو

اخبار مشرق گورکہپور

یہ اخبار گورکہپور سے ہفتہ مین ایک بار نکلتا ہے۔ ریاض الاخبار چونکہ لکھنؤ مین منتقل ہوگیا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ گورکہپور سے کوئی دوسرا اخبار مقامی ضروریات نیز ملک وقوم کی خدمات کے لئے جاری کیا جائے۔ حکیم برہم صاحب جو پہلے ریاض الاخبار کے بھی اڈیٹر تھے اس جدید اخبار کے مالک واڈیٹر ہین جن کا نام ہی اخبار کی عمدگی کی ضمانت ہے کیونکہ وہ ہندوستان کے مشہور انشا پرداز اور ملک کے سچے ہمدرد ہین۔ اس اخبار مین جہان دیگر اخباری مقاصد پر جامعیت کے ساتھ نوٹ لکھے جاتے ہین وہان انجینرنگ۔ طبابت۔ تازہ نظائر قانونی کے لئے بھی ایک صفحہ خاص کردیا ہے۔ یہ ایسے مضامین ہین جن کی ضرورت ہر ایک طبقہ کو ہوتی ہے اور ہم کو امید ہے کہ یہ اخبار پبلک مین نہایت ہردلعزیز ہوگا۔ حکیم برہم صاحب ملک کے ان قابل فخر لوگون مین ہین جو ہندو مسلمان قومون مین اتفاق کے ساعی اور ہر ایک مسئلہ مین ملکر کام کرنے کی ہدایت کرتے ہین۔ ان کا تجربہ وسیع۔ ان کی تحریر زوردار ان کی وقعت بہت ہے پس ہم کو امید ہے کہ پبلک اخبار کی خریداری سے صاحب موصوف کی ہمت افزائی کرے گی اور ان کی تحریرون کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائیگی

مشرق کی قیمت سالانہ للعہ ہے۔

زبان۔ المجدد۔ ٹمپرنس گائڈ

یہ ان رسالون کے نام ہین جو ہمارے دفتر مین وصول ہوے ہین۔ **زبان** ماہوار رسالہ جو دہلی سے نکلا ہے۔ اس کا پہلا نمبر ہم کو وصول ہوا ہے۔ مضامین کی حیثیت سے اگرچہ پہلا نمبر اعلے درجہ کا نہین کہا جا سکتا لیکن اگر آئندہ کوشش کی گئی تو امید ہے کہ وہ بھی اپنے لئے جگہ پیدا کرے گا۔ اس رسالہ کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کی نفاست زمانہ کے مثل ہے۔ ایک فوٹو بھی دیا جاتا ہی قیمت عہ سالانہ۔ **المجدد** تصوف کے مسائل پر بحث کرتا ہے۔ لاہور۔ محلہ سادھوان سے نمونہ منگا کر ناظرین مطالعہ کرین۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

ٹمپرنس گائیڈ چار برس سے نکل رہا ہے۔ اس کے مقاصد سے کون ایسا شخص ہے جو اختلاف کرے۔ مڈیکل ہال امرتسر سے باہتمام منشی نند لعل صاحب ماہانہ شایع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ صرف عہ ہے۔

صادق الاخبار ریواڑی

ریواڑی ضلع دہلی سے صادق الاخبار اگرچہ عرصہ سے نکل رہا تھا مگر حال مین ایک اہم انقلاب اس کے انتظام مین ہوا ہے۔ یعنی اخبار جاسوس اگرہ بھی اس مین شامل کیا گیا اور سید گل شاہ صاحب اس کے اڈیٹر مقرر ہوے ہین جو ریاستون کے معاملات مین خاص تجربہ رکھتے ہین اور آج کل ریاست جے پور کے اندرونی انتظامات کے نقایص دکھا رہے ہین۔

ارمغانِ مولی

اس کتاب مین منشی مانک راؤ صاحب جاگیردار نے ان اخلاقی نصایح کو جمع کیا ہے جو بیدر نے راجہ دھرت راشٹ کو کی تہین۔ اگرچہ وہ خاص ہندو مذہب کے اصول پر لکھی گئی ہے لیکن اخلاقی تعلیم سے ہر ایک مذہب کا شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے منشی مانک راؤ صاحب حیدرآباد کے جاگیرداروں مین غنیمت ہین جو کہ علمی مذاق رکھتے اور ہمیشہ تصنیف و تالیف کے کام مین مصروف رہتے ہین۔ یہ کتاب قاسم پریس حیدرآباد دکن سے بقیمت ۸ ر ملتی ہے۔

ذکر حبیب

منشی محمد شفیع الدین خان صاحب نے ایک مختصر سا مضمون دولت خداداد افغانستان اور موجودہ امیر کی نسبت تحریر کیا ہے جس کو حاجی محمد عبد الرشید صاحب تاجر کتب مراد آباد نے کتابی صورت مین چھپوایا ہے اور اسکی قیمت ۲ ر رکھی ہے جو لوگ دیکھنا چاہین تاجر موصوف سے طلب کرین۔

اخلاقی تعلیم

الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء والمومن فی امعی واحد (حدیث)

استانی۔ زینب۔ اور فاطمہ کی باہمی گفتگو

(نمبر ۲)

زینب۔ اس کے پہلے حرص کی برائی آپ نے بیان فرمائی تھی مگر آج بھی کوئی ایسا ہی مفید مضمون بیان کیا جاے۔

اُستانی۔ بیٹی حرص کا مضمون ہی ایسا وسیع ہے کہ اس کو جتنا بیان کرو اتنا ہی تھوڑا ہے۔

فاطمہ۔ حرص کی موٹی موٹی ایسی مثالین دیجیے کہ ہماری سمجھ مین اُسکی برائی آجاے۔

اُستانی۔ یون تو انسان بالطبع دنیا کی ہر بات مین حریص ہے مگر سب سے زیادہ دو باتون کی حرص ایسی ہے جو بچپن مین بھی معلوم ہو سکتی ہے اور اکثر لوگون مین ظاہر پائی جاتی ہے۔

زینب۔ وہ دو باتین کونسی ہین۔

اُستانی۔ حلق اور شرمگاہ کی جگھہ۔ بس انہین دو سوراخون کی لذتون کی حرص مین انسان تباہ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے ان دونون لذتون سے ضرورت کے موافق فائدہ اُٹھایا تو غالباً جنتی ہے ورنہ دوزخ کے بڑے کشادہ راستے انہین دو سوراخون سے شروع ہوے ہین۔ اور ان کا آخری کنارہ جہنم کے گڑھے تک پہونچا ہے۔

فاطمہ۔ تو کیا کھانے اور شرمگاہ کے مزون مین دوزخ کی آگ چھپی ہوئی ہے۔ اور ان کا حریص دوزخی ہے۔

استانی۔ بے شک اگر دونون کے استعمال مین پورے اعتدال کو مدنظر نہ رکھین گے تو

ضرور دنیا اور دین دونون خراب ہوجائین گے۔

فاطمہ۔ کیا یہ بات سچ ہے کہ کافر زیادہ کھاتے ہین اور مومن کم۔

اُستانی۔ بہت ٹھیک ہے۔

زینب۔ واہ اُستانی جی واہ۔ ہم تو آج کل مسلمانون کو بھی کھانے پینے کا بڑا حریص پاتے ہین ہمارے مامون جان تو انگریزون کی دیکھا دیکھی چھہ وقت کھاتے ہین اور میز پر خدا جانے چھُری کانٹے سے کیا کیا چیزین اُڑاتے ہین۔

فاطمہ بہن خدا خدا کرو۔ چھہ وقت کون کھا سکتا ہے۔ یہی تو تمہاری نگوڑی واہیات باتین ہین۔

زینب۔ نہین آپا مین آپ سے سچ کہتی ہون۔ چھہ وقت کیا بلکہ کبھی ہر دو دو گھنٹے کے بعد کھانے لگتے ہین۔

اُستانی۔ یہی تو نگوڑی حرص ہے کہ جب انسان کھانے کا حریص ہوا تو بیل اور بکریون سے بھی بدتر ہوگیا آٹھون پہر منھ چلانے لگا۔ خدا بچائے اسی کو کھانے پینے کی حرص کہتے ہین۔

فاطمہ۔ نہین اُستانی جی۔ کوئی ایسا آدمی ہوگا جو دو دو گھنٹے مین کھاے اور پھر جیتا بچے مجھے تو چھہ وقت کھانے کا بھی یقین نہین پیٹ کیا ہوا عمر عیار کی زنبیل ہوا۔

زینب۔ اگر تمہین یقین نہین آتا تو میرے گھر آؤ۔ مین تمہین دکھا دونگی۔

اُستانی۔ ہوگا۔ یہ انگریز بھی تو دن رات مین چھہ سات دفعہ کھاتے ہین۔ عادت سے کوئی تعجب نہین۔

فاطمہ۔ اچھا تو بہن یہ بتاؤ کہ کھانے کے وقت کیا ہین۔ اور وہ کیا کیا کھاتے اور کتنا کھاتے ہین۔

زینب۔ وقت یہ ہین۔ صبح کے چار بجے پلنگ ہی پر لیٹے لیٹے منھ ہاتھ دھوئے بغیر ایک چوزہ کا شوربہ پی لیتے ہین۔ پھر چھہ بجے اُٹھ کر چینی کے کونڈے مین جو میز پر دھرا

ہوتا ہے۔ جانوروں کی طرح منھ ڈال کر دہوتے ہین اور پھر بن سنور کر میز پر آتے ہین تو
بٹلر توس۔ بسکٹ اور مسکہ۔ جلیبی۔ خشک و تر میوے اور کافی پیش کرتا ہے۔ وہ
اللہ رکھے تھوڑا تھوڑا سبھی مین سے کچھ کھاتے ہین۔

فاطمہ ۔ تھوڑا ہو کر بھی تو زیادہ ہی ہوگا۔

اُستانی ۔ چلو کہنے دو بھلا پھر کب کھاتے ہین۔

زینب ۔ دس بجے حاضری کھاتے ہین جس مین کٹلس۔ مرغ کا گوشت۔ ترکاریان۔
غرض کہ پانچ طرح کے سالن اور دو ایک طرح کا میٹھا پڈنگ وغیرہ ہوتا ہے۔ پھر ۲ بجے
ٹفن کا وقت ہے جس مین کچھ کباب۔ توس وغیرہ ہوتے ہین۔ اس کے بعد ۵ بجے
بسکٹ اور چاء پی جاتی ہے آٹھ بجے رات کو ڈنر ہوتا ہے جس مین کئی طرح کا انگریزی
کھانا۔ سوڈا اور کبھی کبھی شراب بھی ہوتی ہے۔

اُستانی ۔ بھلا کچھ ٹھکانا ہے۔ یہ کہو کہ دن رات شکم پرستی ہی مین مصروف رہتے ہین۔
کہو بیٹی اسقدر کھانے پر کبھی خدا کو بھی یاد کرتے ہین۔

زینب ۔ مین نے تو کبھی نماز پڑھتے نہین دیکھا۔ محتاج دروازے پر آتا ہے تو حکم
ہوتا ہے کہ گردن پکڑ کر نکال دو۔ حشر و نشر کو پرانے قصے کہانیان بتلاتے ہین۔ نمازیون اور
پرہیزگارون پر قہقہے اڑاتے ہین مین کیا کہون اُستانی جی وہ تو مذہب ہی کو خرافات
خیال کرتے ہین۔

اُستانی ۔ خدا رحم کرے۔ زیادہ کھانے سے یہی حال ہوتا ہے۔ دل سخت ہو جاتا ہے
سوچنے سمجھنے کی قابلیت نہین رہتی خدا کی عبادت سے نفرت ہو جاتی ہے۔ نفس امارہ
یا شیطان کے کامون مین دل کو رغبت ہوتی ہے۔ ناچ تماشون ناٹکون اور شرابخانون
مین جانے کو جی چاہتا ہے۔ یہ سب اسی کثرت سے کھانے کے نتیجے ہین۔

فاطمہ ۔ مین آپ کی اس بات کو نہین مانتی۔ کہ اس قدر کھانے سے انسان کی عقل چلی جاتی
ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ انگریز جن کی پیروی ہمارے نئی روشنی کے مردوے کرتے ہین ضرور

بدعقل - بدخلق - سخت دل - بے رحم - تارک الصلوٰۃ ہوتے حالانکہ ان باتون کے خلاف ان مین پایا جاتا ہے اور عقل کا تو یہ حال ہے کہ آج اور قومون سے تو سب باتون ہی مین بڑے بڑے مانے جاتے ہین -

اُستانی - بیٹی تو سمجھی نہین - مین جو کہتی ہون وہ سچ ہے - مگر یہ بال سے زیادہ باریک بات ہے - اس کو تو غور سے سمجھ سکتی ہے - ذرا سوچ تو پھر تیری سمجھ مین یہ بات آجائے گی -

فاطمہ - آپ ہی سمجھائیے میری سمجھ مین تو یہ بات نہین آتی کہ انسان زیادہ کھانے پینے سے بدعقل ہو جاتا ہے - مین تو یہی دیکھتی ہون کہ جو لوگ زیادہ کھاتے رہتے ہین وہی زیادہ قوی اور بہت زیادہ کام کرتے ہین اور کم کھانے والون سے جسمانی کمزوری کی وجہ سے عبادت بھی نہین ہو سکتی -

اُستانی - پہلے تو انگریز ان چھ وقتون مین کم کھاتے ہین اور وہ بھی اتنا کہ دوسرے وقت بھوک لگے اس کے سوا وہ جسمانی اور دماغی کام بھی زیادہ کرتے ہین - اس لئے انہین زیادہ مقدار کی ضرورت ہوتی ہے مگر ان مین بھی جو لوگ خدا پرست اور فرشتہ خصلت ہوتے ہین وہ بہت ہی کم کھاتے ہین - مانک اور راہبون کے کھانے کو دیکھو وہ کس قدر کم اور سادی غذائین کھاتے ہین اور رات دن خدا کی عبادت مین مصروف رہتے ہین -

فاطمہ - ان کے تمام مرد وعورت خواہ دنیا دار ہون یا دیندار ہون سب اتوار کے دن گرجا مین جا کر نماز پڑھتے اور اپنا قرآن یعنی انجیل سنتے ہین - اگر زیادہ کھانے سے عبادت الٰہی کی طرف سے بے توجہی پیدا ہوتی تو کیون یہ عام لوگ گرجاؤن مین وقت کی پابندی کے ساتھ جاتے رہتے -

اُستانی - انگریزی قوم کے عوام اتوار کو گرجا مین جانے کو بھی ایک طرح کی تفریح سمجھتے ہین میم صاحب فیشن ایبل کپڑے پہن کر اور ہاتھ مین ایک چھوٹی سی خوبصورت بائیبل لیکر جاتی اور عبادت کی رسم ادا کرآتی ہے - بھلا یہ کوئی عبادت ہے - دنیا دارون کی

عباد تین بھی تو کھیل کود سے زیادہ وقعت نہین رکھتین۔

زینب۔ استانی خطا معاف ہمارے امیر اور دولت مند مرد سے تو جمعہ کو بھی مکہ مسجد مین نہین آتے اور نماز کا نام بھی نہین لیتے۔ ان سے تو انگریز بہتر ہین کہ رسم کے طور پر ہی گرجا مین جاکر نماز پڑھ آتے ہین اور اپنے قومی مذہب کا خیال رکھتے ہین۔

استانی۔ دنیا دارون کا خدا تو کھانا پینا اور حظوظ نفسانی سے ہے جن کی وہ پرستش کرتے ہین مگر اس مین کوئی شک نہین کہ جو کوئی خدا کا رستہ ڈھونڈتا ہے اس کو سب سے پہلے کھانے مین کمی اور سادگی اختیار کرنی چاہیے۔ اور جو لوگ خوب پیٹ بھر کے کھانا کھاتی ہین وہ ضرور شیطان کے دام مین گرفتار ہوتے ہین اور اسی وجہ سے یہ حدیث شریف مین کہا گیا ہے کہ کافر پیٹو اور مومن کم خوراک ہوتا ہے۔

فاطمہ۔ کم کھانے مین اس کے سوا اور کیا فائدہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کمزور کر دے۔

استانی۔ نہین بیٹی۔ بھوک سے کم کھانے مین اتنے جسمانی اور روحانی فائدے ہین کہ اگر تم سنوگی تو آج ہی سے پیٹ بھر کھانا چھوڑ دوگی۔

زینب۔ میری اچھی استانی جی۔ ضرور بیان فرمایئے اگر ہم لوگ خدا کے رستہ پر لگ جائینگی تو آپ کو ثواب ہوگا۔

استانی۔ مین تو کوئی نیک کام ثواب کے لیئے نہین کرتی۔ مجھے تو ہمیشہ اس سے خدا کی خوشنودی مقصود رہتی ہے کیونکہ اُس کے بندون کی خدمت عین اُس کی خدمت ہے۔

فاطمہ۔ خیر یون ہی ہی۔ آپ اسی غرض سے ہمین کم کھانے کے فوائد بتائین۔

استانی۔ تمام ڈاکٹرون اور طبیبون کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کم کھانے سے غذا اچھی طرح ہضم ہوکر خون بنتی اور جزو بدن ہوتی ہے اور زیادہ کھانے سے فضلات جسم مین بہت پیدا ہوتے ہین جن سے طرح طرح کی بیماریان لاحق ہوتی ہین۔

زینب۔ تو کیا موٹے آدمی جیتے کم ہین۔

استانی۔ بے شک جو لوگ خوب تن تن کے روغنی اور شیرین کھانا کھایا کرتے ہین وہ اکثر

مہلک امراض کے شکار ہو کر ملک عدم کے راہی ہوجاتے ہین۔

فاطمہ۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ امرا و بادشاہ و وزرا ایک بھی نہ موجود ہوتے۔ اور غریب اور مفلس اور فقیر آدمی بہت عمر تک جیتے۔

اُستانی۔ بیٹی ایسا ہی ہے۔ امیرون اور تارک الدنیا اور متقی پرہیزگارون کا اوسط دریافت کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ امرا کی عمرون کا اوسط پچاس سال سے زیادہ نہین ہوتا اور اہل اللہ اور متقی اشخاص جو ضرورت سے زیادہ روٹی نہین کھاتے اور لذیذ اور عمدہ کھانون سے پرہیز کرتے ہین اور مقدار غذا کو بہت ہی گھٹا دیتے ہین اون کے عمرون کا اوسط ڈھائی سو برس تک ہے۔ اس سے تم کو معلوم ہوا کہ خوب پیٹ بھر کر کھانے۔ مزے دار چیزون کے استعمال کرنے سے انسان زیادہ نہین جی سکتا۔

زینب۔ ہماری بوڑہی دادیان اور نانیان تو یہی کہتی چلی آئی ہین کہ بچون کو خوب ٹھونس ٹھونس کر کھلاؤ۔ چکی مین جتنا کول ڈالین گے اتنا ہی آٹا نکلے گا۔

اُستانی۔ یہ سب جھوٹی باتین ہین۔ اگلے وقتون کی عورتین جاہل تھین اس لئے وہ یہ غلط خیال رکھتی تھین اور بچون کو خوب کھلا کھلا کر بچپن ہی سے انکی تندرستی خراب کردیا کرتی تھین۔

فاطمہ۔ اُستانی جی آپ نے تو میری بات کا جواب ہی نہین دیا۔ مین یہ بھی پوچھتی ہون کہ مرغن اور شیرین اور لذیذ کھانون سے کیا کیا مہلک امراض پیدا ہوتے ہین۔

اُستانی۔ اکثر موٹے موٹے امیرون کو جو حظوظ نفسانی کا غذا مین زیادہ خیال رکھتے ہین اور دن مین چھ چھ وقت کھانے کھاتے ہین ذیابطیس کی بیماری ہوجاتی ہے اور پھر سرطان کا پھوڑا نکلتے ہی وہ زمین کا پیوند ہوجاتے ہین۔ برخلاف ان کے غریبون اور مسکینون مین ایسی بیماری کا نام بھی نہین سنا جاتا۔ اسی طرح اور بہت سخت عارضے ہین جو امیرون ہی کو عیش و عشرت کی وجہ سے لاحق ہوا کرتے ہین اور غربا ان سب سے اپنی مفلسی کے باعث محفوظ رہتے ہین۔

زینب۔ کیا کم کھانے سے طاقت جاتی رہتی ہے۔

اُستانی بالکل غلط ہے۔ کم کھانے سے تو بڑی طاقت آتی ہے کیونکہ کم خوری سے بیماریان کم ہوتی ہین اور صحت کی وجہ سے پوری طاقت رہتی ہے۔

فاطمہ۔ استانی جی ہم یہ سمجھ گئے کہ کم کھانے سے بدن کی صحت قایم رہتی ہے۔ مگر یہ سمجھ مین نہین آیا کہ اس سے عقل اور روح کو کیا فائدے پہونچتے ہین

زینب۔ تو کیا سارے موٹے آدمی کم عقل ہوتے ہین اور تمام دبلے پتلے عقلمند۔

اُستانی۔ مین اس بارے مین کوئی کلی قاعدہ تو نہین کہتی۔ مگر دو طالب علمون کو لو اور ان مین سے ایک کو خوب عمدہ عمدہ شیرین اور روغنی کھانے پیٹ بھر کر کئی دفعہ دن مین کھلایا کرو اور ایک کو دو وقت سادی غذا بھوک سے کم دیا کرو۔ پھر ان دونون کا پڑھنے لکھنے مین امتحان لو۔ یہ کم کھانے والا طالب علم زیادہ کھانے والے موٹے طالب علم سے کہین ذی فہم۔ تیز عقل اور محنتی پایا جائے گا کیونکہ جس شخص کی حیوانی قوتین کم ہونگی اور موٹے مین ان کا غلبہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ جن لوگون کے قوائے حیوانی غالب ہوتے ہین اُنکی عقل اور روح کمزور ہوتی ہے۔

فاطمہ۔ یورپ سے تو ہمارے بھائی بند جو پڑھلکھکر آتے ہین ان مین اکثر موٹے تازے اور خوب کھانے پینے والے ہوتے ہین مگر ان کی عقلین علم کی وجہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہین۔

اُستانی۔ مین سب کی نسبت تو بدگمانی نہین کرتی مگر باوجود علم حاصل کرنے کے بھی جو یورپ سے تعلیم پاکر آتے ہین وہ اکثر کھانے پینے اور قوائے حیوانی ہی مین مبتلا پائے جاتے ہین مگر ہمارے پُرانے زمانہ کے عالم اور مولویون مین علم کے ساتھ پرہیزگاری کا بھی جوہر تھا اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کی تعلیم پاکر بھی وہ کوئی نمایان کام نہین کرسکتے۔ اور گزشتہ زمانہ مین ہماری قوم کے اہل علم بڑے بڑے فلاسفر اور مصنف ہوا کرتے تھے اور قوم کے رہنما بنتے تھے۔ صرف کھانے پینے کی احتیاط نے ان مین اسقدر فرق پیدا کردیا تھا۔

زینب۔ لیڈر اسے تو یہ پھر انگریزی کا لفظ منہ سے نکلا رہنما کا کیا اثر لوگون پر پڑتا ہے۔
اُستانی ۔ بڑا اثر پڑتا ہے یون سمجھو کہ ایک تالاب سے بہت سے نل جاری ہین تو اگر تالاب کا پانی میٹھا ہوگا تو تمام نلون اور حوضون کا پانی بھی شیرین ہوگا اور اگر سرچشمہ کا پانی تلخ ہوگا تو تمام نہرون کے پانی کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ اسی طرح قوم کے سردار۔ رہنما۔ بادشاہ۔ مرشد کا بھی یہی حال ہے۔ اگر بادشاہ یا مرشد راہِ راست پر ہے تو اسکی رعیت اور پیر دبھی اسی راستہ پر ہین ورنہ رہنما کی گمراہی سے لوگون مین خرابی آتی ہے۔
فاطمہ ۔ اس نازک بات کو کسی ایسی مثال سے سمجھائے جو ہمارے ذہن مین پورے طور سے بیٹھ جائے۔
اُستانی ۔ دیکھو بادشاہ کی طرف سے سپاہی لڑتا ہے اور اپنے بھائی کو مارتا ہے۔ حالانکہ ان دونون مین کوئی ذاتی دشمنی نہین ہوتی۔ سپاہی مین صرف بادشاہ کا غصہ بقدر سرایت کرجاتا ہے کہ وہ اپنے بے گناہ ہم جنس کو قتل کرتا ہے۔ یہ بادشاہی کے غصہ کا اثر ہے کہ ایک لشکر دوسرے سے لڑتا ہے۔
زینب ۔ ہم دنیا مین کیون پیدا ہوئے ہین۔
اُستانی ۔ خدا کے وجود کی گواہی دینے کے لئے۔
فاطمہ۔ مین آپ کی بات کو اچھی طرح نہین سمجھی ذرا صاف طور سے بیان فرمائے۔
اُستانی۔ دنیا قاضی کی عدالت ہے اور یہان جو آتا ہے وہ گواہ ہے۔ اس لئے گواہ کا اتنا ہی فرض ہے کہ وہ قاضی کے محکمہ مین اپنی گواہی دے اور اپنی قیام گاہ کو واپس چلا جائے۔ اگر کوئی گواہ عدالت کی دہلیز ہی پر بیٹھ جائے تو احمق نہین تو اور کیا ہے۔
زینب ۔ گواہی کس بات کی۔
اُستانی ۔ مین ابھی کہہ چکی ہون کہ خدا کی گواہی دے اور عدالت سے رہائی پائے۔
فاطمہ ۔ مین کبھی نہین سمجھی کہ گواہی سے کیا مطلب ہے۔

اُستانی ۔ بیٹی تو بڑی کُند ذہن ہے۔ ارے وہی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرے اور دنیا سے نجات پاکر چلا جائے۔
زینب۔ واہ اُستانی جی واہ۔ ہم تو روز صبح کو منھ دہوتے وقت کلمہ پڑہ لیتے ہین تو کیا ہماری گواہی ختم ہو چکی۔
اُستانی ۔ بیٹی۔ منھ سے کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تمہارے اعمال اور اقوال سب اس کلمہ کی تصدیق کرین تو گواہی پوری ہو گی۔ یون تو کافر بھی پڑہ لیتے ہین تو کیا اس سے اُن کی نجات ہو سکتی ہے۔
فاطمہ ۔ پھر اور کس طرح سے کلمہ کی تصدیق کی جائے۔
اُستانی ۔ اس کے تصدیق کے معنی یہ ہین کہ اللہ کے سوا اور کسی کو حاجت روا رزق دینے والا موجود اور تمام افعال پر قادر اور ہر چیز کا خالق نجانے اور اپنی تمام امیدین اُسی سے وابستہ رکھے۔ اُس کے سوا کسی سے التجا نہ کرے۔ یون تو سب ہی زبان سے خدا کا نام لیتے ہین اور امیرون کو اپنا حاجت روا جانتے ہین اور دولت وحکومت کی پرستش کرتے ہین۔ مگر خدا پرست ان سب چیزون کو بے جان سمجھتا ہے اور کسی شخص مین کوئی طاقت نہین جانتا۔ اُس کے نزدیک خلق مردہ اور خدا زندہ ہے دنیا دارون کے نزدیک اہل دنیا موجود اور خدا غائب ہے۔
زینب۔ اگر کوئی شخص دنیا مین آکر خدا کی گواہی نہ دے اور دنیا کے اُلٹ پھیر مین پڑا رہے تو کیا اُس کی نجات نہ ہو گی۔
اُستانی ۔ ہرگز نہین۔ اسکو دنیا سے کبھی نجات نہ ملے گی اور اگر ہندؤن کا آواگون کا مسئلہ مان لیا جائے جس کو ہمارے بعض بزرگانِ دین نے بھی صیح جانا ہے تو ہر کو بار بار دنیا ہی مین اپنے خواہشات اور شہوات کے لحاظ سے مختلف صورتون مین پیدا ہونا پڑے گا۔
فاطمہ ۔ اُستانی جی۔ اگر کوئی عورت کپڑے اور زیور ہی کی حرص مین موی ہے تو اس کا

کیا انجام ہوگا۔

اُستانی۔ انجام تو خدا ہی جانے مگر اس آوا گون یا تناسخ کے مسئلہ کے اعتبار سے وہ مور یا طوطے یا تتلی کی صورت مین آئے گی اور پھر جب تک اچھے کامون کے ذریعے سے انسانی صورت تک ترقی نہ کرے گی کبھی کلمہ شہادت کی گواہی دینے کے لایق نہ ہوگی۔ اور نہ کبھی نجات پاسکے گی۔ بیٹی مین نے جو اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے تو وہ تمھارے سمجھانے کے لئے تھا مجھ غریب عورت کو کیا معلوم ہے کہ تناسخ صحیح ہے یا برزخ مین رہنے کا مسئلہ صحیح ہے۔ اگر تم اس مین زیادہ تحقیق کرنا چاہتی ہو تو کسی مولوی۔عالم سے دریافت کرو۔

زینب۔ مین سنتی ہون کہ ایک قسم کا تناسخ ہمارے بزرگون نے بھی مانا ہے۔ کیا استانی جی آپ نے بھی کسی کتاب مین اس کا اشارہ پایا ہے۔

اُستانی۔ بیٹی۔ مجھے حضرت مولانا روم کے دو شعر یاد ہین۔ ان سے البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر دنیا کی محبت مین کوئی مرے گا تو اُس کو پھر دنیا ہی مین آنا پڑے گا اور جب تک خدا کی محبت پیدا نہ کرے گا اس قید ہستی سے رہائی نہ ہوگی۔

فاطمہ۔ ذرا ان شعرون کو بھی پڑھیے۔ ہم بھی تو سُن لین۔

اُستانی۔ پہلا شعر یہ ہے ؎

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

اس شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی روح سیکڑون قالب بدلتی ہے۔ دوسرا شعر یہ ہے

تا نہ بدہی آن گواہی اے شہید
تو ازین دہلیز کے خواہی رہید

اس کے معنی یہ ہین کہ جب تک آدمی اس دنیا مین کلمۂ توحید کو عملی طور سے سمجھ نہ لے گا اور خدا کی وحدانیت کا اقرار قول و فعل سے نہ کرے گا۔ اس دنیا سے رہائی نہ ہوگی۔ یعنی بار بار یہین آنا پڑے گا۔

زینب - اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہین کہ جب تک کلمہ کا اقرار نہ کریگا مریگا نہین۔
اُستانی - اگر ایسا ہی ہوتا تو جو لوگ مومن نہین ہین وہ نہ مرتے - حالانکہ مرتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد پھر اسی دنیا کے جیلخانہ مین واپس آنا پڑے گا۔
فاطمہ - تو بڑی اچھی بات ہوگی کہ پھر ہم اپنے گھر واپس چلے آئین گے اور امان - بابا سے ملین گے۔
اُستانی - نہین بیٹی - توبہ اگر اعمال خراب ہوئے تو ہمین بندرون - کتون - سورون وغیرہ کی شکل مین آنا پڑے گا - تم نے دیکھا نہین کہ مارواڑی اپنے بزرگون کا کھانا کتون کو کھلاتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ اُنہون نے کتون کی صورتون مین جنم لیا ہے۔
زینب - استانی جی - یہ مارواڑی مر کر کتے کیون ہو جاتے ہین۔
اُستانی - اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی دولت ہی سے محبت رکھتے ہین اور اسی کے خیال مین مرتے ہین - اور حدیث شریف مین بیان کیا گیا ہے کہ الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب یعنی دنیا مردار چیز ہے - اور اس کا طلب کرنے والا کتا ہے اس لیئے دنیا کے طالبون کی صورتین مرنے کے بعد کتون کی شکلون مین بدل جائین گی - اللہ بچائے۔
فاطمہ - تو اب معلوم ہوا کہ جو کوئی جس خیال مین مرتا ہے اس کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
اُستانی - بڑی سچی بات ہے اور یہ اس حیثیت سے بھی ثابت ہے کہ تحشر الناس علی من احب - یعنی جس چیز سے انسان محبت رکھتا ہے اس کی صورت پر اٹھایا جاتا ہے۔
زینب - اگر ایسا ہے تو ہم پھر کیون خدا کے ساتھ محبت پیدا نہ کرین - جو اس کے پاس سیدے پہونچین۔
اُستانی - اسی واسطے تو تمام مذاہب اور علی الخصوص صوفیائے کرام کی یہ تعلیم ہے کہ آدمی کو خدا وند تعالےٰ کا عشق پیدا کرنا چاہیئے - دین اور دنیا مین یہی بڑی دولت اور نعمت ہے۔
فاطمہ - خدا کے ساتھ کیونکر عشق پیدا ہو سکتا ہے - ہم نے تو اُسے دیکھا بھی نہین - اور بغیر دیکھے کسی سے محبت نہین ہو سکتی - اس لئے سب سے پہلے تعارف ضرور ہے۔

اُستانی - محبت کے لئے کچھ دیکھنا ضرور نہین - سننے سے بھی محبت پیدا ہوسکتی ہے-
چنانچہ ایک مستند شاعر کہتا ہے کہ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کین دولت از گفتار خیزد

اگرچہ ہم نے حضرت رسول خدا صلعم کو نہین دیکھا مگر اُن کے اوصاف سننے سے
اُن کے ساتھ محبت ہوجاتی ہے - دیکھو یہ لاکھون مسلمان جو تیرہ سو برس کے بعد پیدا ہوے مین
کس طرح صرف حضرت کے اوصاف ہی سُنکر ان کے والہ وشیدا ہوگئے ہین - اور ان کے
لیئے اپنی جانین تک نثار کرسکتے ہین -

زینب - استانی جی - سچ ہے مجھے تو آپکی تقریر سے اطمینان ہوگیا - ضرور خدا سے بغیر دیدار
کے محبت ہوسکتی ہے - مگر مین چاہتی ہون کہ کوئی بات اور ایسی بیان کیجئے جس سے کامل یقین ہوجا

اُستانی - بیوی یہ بات تو کہنے کی نہ تھی - مگر اب کیا کیا جائے - بغیر کہے بھی تو چارہ
نہین - صاف بات تو یہ ہے کہ ہماری روح مین خدا کا نور موجود ہے اور تم جانتی ہو کہ جزو
اپنے کل کی طرف میلان ہوتا ہے اس لئے انسان کی روح مین فطرتاً خدا سے ساتھ محبت ہے
مگر نفس دنیا کے کامون مین آدمی کی توجہ کو ہٹائے رہتا ہے - اس لیئے وہ خدا کی یاد
سے غافل رہتا ہے - جب وہ دنیاوی تعلقات کو کم کرکے عبادت - ریاضت اور مجاہدے
دل لگاتا ہے تو یہ خدائی نور جو ہمارے دل مین چنگاری کے برابر ہے روشنی دینے
لگتا ہے اور آخر کار خدا کے ساتھ عشق کامل پیدا ہوجاتا ہے اور عشق کے بعد پھر تو وصال
کا مرتبہ ہے - جس کو مین بیان نہین کرسکتی جس کو وہ نصیب ہے اُس کے کیا کہنے ہین
گویا خاک سے عرش پر پہونچ گیا -

فاطمہ - واہ اُستانی جی خدا آپ کو زندہ رکھے - آج عشق حقیقی کے معنی سمجھ مین آئے
مین تو دنیا پر لات مار کر اب تو خدا ہی کی طرف متوجہ ہوتی ہون - دو دن کی زندگی کو کیون دنیا
کی محبت سے خاک مین ملاؤن - ہمیشہ کی زندگانی کیون حاصل نہ کرون - خدا ملا تو اب

رکھا گیا۔ اگر دونون جہان کی بادشاہت مجھے دیجائے گی تو قبول نہ کرون گی۔

اُستانی ۔ خدا مبارک کرے۔ میری تقریر کا مآل حاصل ہوا۔ مگر بیٹی خدا کی جناب مین بہت رونا اور گریہ و زاری کو اپنا شعار بنانا کیونکہ قرآن شریف مین آیا ہے کہ فلیضحکو قلیلا و لیبکو کثیرا اور سچ تو یہ ہے کہ جب دل مین عشق کی آگ بھڑکی ہے تو اس کو بجز آنکھون کے پانی کے اور کون تسکین دے سکتا ہے۔ عاشقون کو دیدۂ تر ضروری ہے۔ مگر سنو بیٹی ایک اور بات کہتی ہون اور وہ یہ ہے کہ خدا کے راستہ مین شیطان بہت بڑا رہزن ہے اور وہ بڑے بڑے عاقلون اور زاہدون کو فریب دیتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے کسی مرشد کامل کو تلاش کرو اور پھر اس کی مرید ہو کر طریقت کی راہ اختیار کرو۔ بغیر اُستاد کے کوئی کام درست نہین ہوتا مگر آج کل کے بعض بازمشایخ سے بھی بچتی رہنا جو ترک دنیا کے بھیس مین دنیا کی امان بنے ہوئے ہین اور مریدون کو اپنی [illegible] سے بجز گمراہی کے اور کیا حاصل ہوگا۔

فاطمہ ۔ [illegible] جو کچھ ہو [illegible] ہو۔ بقول شاعر مصرع عشق مین تیرے کو غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو۔ اب [illegible] کی طرف متوجہ ہوتی ہون۔ اگر وہ چاہے گا تو خود میری ہدایت کیلئے میرے گھر پہ بھیجدے گا۔ اور آپ کے پاس تو ہمیشہ آتی رہون گی۔ لیجئے اب بندی رخصت ہوتی ہے۔

محب حسین

باقی آئندہ

از جناب اختر مینائی

بسمل کو یون ہے کوچۂ قاتل کی آرزو — جیسے تھکے غریب کو منزل کی آرزو
چھلنی بنا رہے ہو مرے دل کو تیر سے — دیکھو نکل نہ جائے کہین دل کی آرزو
آفت نہین ہوئی کہ قیامت نہین ہوئی — دل چھوڑ کر گئی نہ مگر دل کی آرزو
تھک کر جو بیٹھ جاتے ہین راہ طلب مین ہم — دیکر قسم اُٹھاتی ہے منزل کی آرزو
مجنون کو محویت ہے یہ لیلی کی یاد مین — ناقے کی جستجو ہے نہ محمل کی آرزو
دونون یہ چاہتے ہین کہ تم پر نثار ہون — جو آرزو جگر کی وہی دل کی آرزو
آئے نہ تم کبھی مرے آغوشِ شوق مین — ہالے کو رہ گئی مہِ کامل کی آرزو
وحشت وہ تھی کہ قید مین دو دن نہ رہ سکا — پوری ہوئی نہ طوق و سلاسل کی آرزو
جبتک رہون جہان مین تری آرزو رہی — کیا اچھی آرزو ہے مرے دل کی آرزو
گوشے مین بیٹھکر مجھے جلنا پسند ہے — گو شمع ہون مگر نہین محفل کی آرزو
مشتاق یون ہے جانِ حزین تیغِ ناز کی — رہرو کو جیسے رہبرِ کامل کی آرزو
وہ جس طرح ملے ہمین ملنے سے کام ہے — خلوت کی آرزو ہے نہ محفل کی آرزو
دل توڑتے تو ہو مگر اتنا رہے لحاظ — لپٹی ہوئی ہے دل سے مرے دل کی آرزو
صحرا مین رہ کے قیس کو وحشت ہو کس لیے — ہے ساتھ ساتھ صاحب محمل کی آرزو
نظارہ روے یار کا ٹھہرا ہے زیرِ تیغ — نکلے گی ساتھ جان کے بسمل کی آرزو
چشمِ شہیدِ ناز ہے اب تک کھلی ہوئی — کچھ رہ گئی نظارۂ قاتل کی آرزو
اے یاس کس زبان سے ترا شکر ہو ادا — باقی رہی نہ کوئی مرے دل کی آرزو

اختر شبِ فراق کی کیا بیکسی کہون
یا دل شریکِ حال تھا یا دل کی آرزو

از جناب جلیل

زنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکان دل مین
ایک غنچہ سے کھلا ہے چمنستان دل مین

مین تو خوش تھا کہ ہوے خیر سے مہمان دل مین
چٹکیان لینے لگے تم تو مری جان دل مین

خلشِ تازہ کا ہے دیر سے ارمان دل مین
میرے قاتل کوئی چبھتا ہوا پیکان دل مین

دردِ دل اُس بتِ بیدرد کے آگے کہکر
کیا کہین کیسے ہوے آج پشیمان دل مین

کعبہ و دیر مین دوڑاتے ہو دہوکے دیکر
کیا کہین گے تمہین سب گبر و مسلمان دل مین

دستِ قاتل کا نہ بسمل سے علاقہ چھوٹے
تیر چٹکی مین رہے تیر کا پیکان دل مین

عاشقِ زلف کو خلوت بھی ہی جلوت گویا
جمع رہتے ہین خیالاتِ پریشان دل مین

زخم کے چور سے یہ چور رہنہین کم قاتل
چھپ کے بیٹھا ہے تری تیر کا پیکان دل مین

ہم جو کہتے ہین کہ دل دیکے تمہین پچتائے
وہ یہ کہتے ہین کہ ہم بھی ہین پشیمان دل مین

ہرچہ درکان نمک رفت نمک شد آخر
خون کی بوند ہوا ڈوب کے پیکان دل مین

آج موقع ہے کہ ہو تیر سے ترکش خالی
رہ نہ جائے مرے قاتل کوئی ارمان دل مین

دل کے اغیار سے جس نی مجھے چھین کیا
شرم کہتی ہے کہ وہ بھی ہے پشیمان دل مین

جیسے طایر کو ہو محبوب نشیمن اپنا
اُتر آتا ہے یونہین تیر کا پیکان دل مین

بھول سکتی نہین احسان تری آنکھون کا
آج تک ہے خلشِ جنبشِ مژگان دل مین

دونون پُر خون ہین سمجھ مین نہین آتا قاتل
دل ہے پیکان مین کہ ہے تیر کا پیکان دل مین

گھر مین اللہ کے اندھیر یہ بت کرتے ہین
آتے ہین کھولے ہوئے زلف پریشان دل مین

قتل کرکے جو ہین آج بہت خوش ہین جلیل
منہ سے چاہے نہ کہین ہون گے پشیمان دل مین

ولہ

اس سے پہلے تو کھٹکتے تھے نہ ارمان دل مین
رہ گیا ہو نہ کہین ٹوٹ کے پیکان دل مین

خون کا نام نہین اب تو مری جان دل مین
شک اگر ہو تو چھو دیکھئے پیکان دل مین

خوبرو ناز و ادا سے ہین خرامان دل مین
مین سمجھتا ہون کہ چلتی ہین یہ چھریان دل مین

کیون مین چاہون کہ بتون کا رہے ارمان دلمین
اُسپہ قانع ہون جو تھوڑا سا ہے ایمان دل مین

یار در خانۂ و ما گرد جہان میگردیم
جان ہے گرم تلاش اور ہے جانان دل مین

اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھا ہوگا
رہ گیا ٹوٹ کے قاتل سے جو پیکان دل مین

ہم تو معشوق کو اس گھر مین چھپا رکھتے ہین
رازِ الفت ہے جو ہوتا نہین پنہان دل مین

دل سکے جانے سے مجھے رنج نہین خوف نہین
اسکو روتا ہون کہ تھا زیست کا سامان دل مین

ورہم داغ پہ ہے لالۂ گلشن نازان
ایسے سکتے ہین ہزارون مری ویران دل مین

دے گیا داغ جدائی کا ہر اک گل اس کو
آج بلبل لئے پھرتی ہے گلستان دل مین

کوہ مین کبک دری دشت و چمن مین طاؤس
اور وہ سرو خرامان ہے خرامان دل مین

اور تو کوئی مکان یار کے رہنے کا نہین
کبھی ہوتا ہے تو ہوتا ہے وہ مہمان دل مین

بے ٹھکانے نہ ہوئی بات کوئی قاتل کی
تیر چٹکی سے چلا اور رہا پیکان دل مین

وہ جو چٹکی سے چھڑکتے ہین نمک زخمون پر
جی مین آتا ہے کہ رکھ دون مین نمکدان دل مین

جا بجا یار نے جاسوس لگا رکھے ہین
اشک آنکھون مین جگر مین ہے شکست ارمان دل مین

بھولی صورت پہ تمہاری مرا دل آیا تھا
کیا خبر تھی کہ بھرے بیٹھے ہو چھریان دل مین

جی مین ہے شیخ کو اُس بت کی دکھا دون صورت
مان جائے گا اگر کچھ بھی ہے ایمان دل مین

ایسے دیکھے نہ سنے خون کے پیاسے نشتر
پھر نکلتی نہین چبھکر تری مژگان دل مین

دور قاتل سے ہے دورنگی کا ستانے والا
دل کا ہمرنگ ہوا ڈوب کے پیکان دل مین

مین یہ کہتا نہین محفل مین بٹھاؤ مجھکو
یان جگہ چاہیے تھوڑی سی مری جان دل مین

ایسے ویرانے مین ہوسکتی ہے کیا دلچسپی
خاک اڑانے کے لئے ہین غم و حرمان دل مین

دل انسان مین عجب جلوہ نظر آتا ہے
آنکھین کھاجائین کرے غور جو انسان دل مین

روز بگڑے ہوے تیور نہین دیکھے جاتے
منہ سے کہدو ایسے جو کچھ ہو مری جان دل مین

لوگ کہتے ہین محبت سے غزل سنکے جلیل
یہ سخن وہ ہے کہ رکھین گے سخندان دلمین

اشرف التواریخ

حصۂ اول معروف بہ اسرار نبوت۔ حصہ دوم معروف بہ رسالت و سایۂ خلافت

مغربی فلاسفر کہتے ہین کہ جو قوم اپنی تاریخ سے واقف نہو وہ اپنی حقیقت کو نہین جان سکتی ہے اس لئے ہم نے ایک ایسی تاریخ پیدا کی جسکی پہلی جلد مین ابتداے آفرینش سے حضرت عیسیٰ تک اور دوسری جلد مین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک تمام حالات اور واقعات جو عربی و فارسی کی بڑی بڑی تاریخون مین متفرق پھیلے ہوئے تھے۔ ایک جگہ علی الترتیب جمع کئے گئے ہین۔ اور یہ تاریخ ہمارے مولانا و مقتدانا عارف باللہ و عاشق رسول اللہ حضرت حاجی سید شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی سجادہ خانقاہ دانا پورہ ام برکاتہم کی تالیف شریف سے ہے جنکے نام نامی نے اسکی صداقتون کو اور مستند کر دیا ہے۔ تصنیف کے اعتبار سے ہر کتاب تصنیف مین داخل ہے اور انسانیت کے لحاظ سے ہر آدمی آدمی ہے۔ لیکن جیسے انسانون کے ظاہر و باطن کی حالتین مختلف ہوتی ہین ویسے ہی ایک تصنیف دوسری تصنیف کے مقابلہ مین دیکھی جاتی ہے اسی معیار سے ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ تاریخ بھی دوسری تاریخون پر اشرفیت کا حق رکھتی ہے کیونکہ اسمین تمام حالات اور واقعات اس سچائی اور حسن ترتیب سے قلمبند کئے گئے ہین جنکے پڑھنے سے سچائی کی مجسم تصویر سامنے آجاتی ہے۔ ہم نے خاص اہتمام سے چھاپی ہے کاغذ سفید ولایتی عمدہ لگایا گیا ہے۔ اعلیٰ کاتب نے لکھی ہے۔ چھاپہ نہایت روشن ہے مسلمانون کا کوئی گھر اس مقدس تاریخ سے خالی نہ رہنا چاہیے۔

حصۂ اول ۶۰۸ صفحہ عہ حصۂ دوم ۸۰۷ صفحہ قیمت للعہ دونون حصون کے خریدار کو ایک روپیہ کی علیت محصول ڈاک ہر حالت مین ذمہ خریدار۔ **المشتہر** خواجہ محمد صدیق حسین مینجر مطبع آگرہ اخبار آگرہ محلہ نئی بستی

امریکہ کے مشہور شہر پورٹ لینڈ کے معزز روزانہ اخبار "مارننگ اوری گونین" نے اپنی ۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء کی اشاعت مین ہمارے بال اڑانے کے صابون کی نسبت جو کمرر رائے ظاہر کی ہے اسکی نقل درج ذیل ہے۔

ہندوستان کی کامیابی

کارخانہ بال اڑانے کا صابون امرتسر مین ایک صابون ایجاد کیا گیا ہے ہم حیران ہین کہ چہرے کو بغیر کسی تکلیف کے بالون کو اڑا دیتا ہے ہندوستان کے لوگ بہت جلد ترقی کر رہے جلسے مین ہم ڈاکٹر محمد حسین صاحب کو اس حیرت انگیز ایجاد پر مبارکباد دیتے ہین اس کو عورتین اور مرد زاید از ضرورت بالون کو دور کرنے کے لئے کثرت سے استعمال کرتے ہین۔

قیمت فی ٹکیہ ۶ر محصول ۴ر فی بکس جس مین چھ چھ آنہ والی تین ٹکیہ ہوتی ہین چودہ آنہ محصول ۴ر ۲ بکس ۱۲ عہ محصول ۶ر اور چار بکس للعہ محصول ۸ر

المشتہر۔ ڈاکٹر محمد حسین ایل۔ ایم۔ ایس۔ امرتسر

ضوابط دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شایع ہوتا ہے اس کے تمام حقوق وزارت پناہ نے
مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔
عام سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ (للعہ ر)
عمایدو عہدہ داران عالیمرتبت سے دس روپیہ (عہ)
اُمرائے عظام و روساے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدر دانی فرمائین
دفعہ ۲۔ مضامین بشرط پسند کیٹی طبع ہونگے جو مضمون اعلی درجہ کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک
اشرفی دیجائیگی۔
دفعہ ۳۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعہ تحریر طے ہوسکتی ہے۔
دفعہ ۴۔ نمونہ کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے۔
دفعہ ۵۔ خط وکتابت اس پتہ سے ہونی چاہیئے۔
(محبوب پریس علاقہ پینکاری بنام مہتمم محبوب الکلام و دبدبۂ آصفی)

محبوب الکلام

ایشیائی شاعری کا زندہ رکھنے والا محبوب الکلام حسب الحکم وزارت پناہ شاد بالقابہ دبدبۂ آصفی کے ساتھ ہوا نکلتا ہے حسن کلام کے اعتبار سے یہ گلدستہ آج اپنی نظیر نہین رکھتا علاوہ اس کے کہ اس مین عمدہ شعرا کی ہمطرح غزلین منتخب چھپتی ہین حضرت بندگانعالی خلد اللہ ملکہ اور وزارت پناہ کے کلام بلاغت و فصاحت نظام سے اسکے صفحات اور بھی گرانبہا ہوگئے ہین۔
یہی دو رسالہ ہین جنکو خاصۃً حضرت بندگان عالی اپنے ملاحظہ سے سرفراز فرماتے ہین۔
قیمت سالانہ پیشگی عہ ر

مہتمم